قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ابو سعید

Online Edition

جمعرات 18 فروری 2021ء | 05 رجب 1442ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:42

ارشاد باری تعالیٰ

وَاَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَالصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَاِمَآئِکُمۡ ؕ اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِہِمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ۔

(سورۃ النور آیت 33)

ترجمہ:۔ اور تمہارے درمیان جو بیوائیں ہیں ان کی بھی شادیاں کراؤ اور اسی طرح جو تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے نیک چلن ہوں ان کی بھی شادی کراؤ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی بنا دے گا اور اللہ بہت وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تین مرتبہ فرمایا۔ اے علی! جب نماز کا وقت ہو جائے تو دیر نہ کرو۔ اور اسی طرح جب جنازہ حاضر ہو یا عورت بیوہ ہو اور اس کا ہم کفو مل جائے تو اس میں بھی دیر نہ کرو۔

(ترمذی۔کتاب الصلوٰۃ۔باب فی الوقت الاوّل)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شادی کے معاملہ میں بیوہ اپنے بارے میں فیصلہ کرنے میں اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے۔ اور کنواری سے اجازت لی جائے گی اور اس کا خاموش رہنا اجازت تصور کیا جائے گا۔

(سنن الدارمی۔کتاب النکاح۔باب استئمار البکر والثیب)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

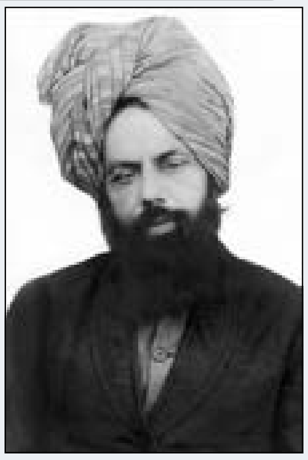

بیوہ کے نکاح کا حکم

’’بیوہ کے نکاح کا حکم اسی طرح ہے جس طرح کہ باکرہ کے نکاح کا حکم ہے۔ چونکہ بعض قومیں بیوہ عورت کا نکاح خلاف عزت خیال کرتے ہیں اور یہ بدرسم بہت پھیلی ہوئی ہے۔ اس واسطے بیوہ کے نکاح کے واسطے حکم ہوا ہے۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ ہر بیوہ کا نکاح کیا جائے۔ نکاح تو اسی کا ہوگا جو نکاح کے لائق ہے اور جس کے واسطے نکاح ضروری ہے۔ بعض عورتیں بوڑھی ہو کر بیوہ ہوتی ہیں۔ بعض کے متعلق دوسرے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ وہ نکاح کے لائق نہیں ہوتیں۔ مثلاً کسی کو ایسا مرض لاحق ہے کہ وہ قابل نکاح ہی نہیں یا ایک کافی اولاد اور تعلقات کی وجہ سے ایسی حالت میں ہے کہ اس کا دل پسند ہی نہیں کرسکتا کہ وہ اب دوسرا خاوند کرے۔ ایسی صورتوں میں مجبوری نہیں کہ عورت کو خواہ مخواہ جکڑ کر خاوند کرایا جائے۔ ہاں اس بدرسم کو مٹا دینا چاہیئے کہ بیوہ عورت کو ساری عمر بغیر خاوند کے جبراً رکھا جاتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 320 ایڈیشن 1988)

فرمان خلیفہ وقت

’’آجکل شادی بیاہ کے بہت سے مسائل سامنے آتے ہیں۔ روزانہ خطوں میں ان کا ذکر ہوتا ہے۔ لڑکیوں کی طرف سے عورتوں کی طرف سے بچیوں کے رشتوں کے مسائل ہیں۔ جو کم مالی حیثیت رکھنے والے ہیں ان کے رشتوں کے مسائل ہیں لڑکا ہو یا لڑکی۔ بیواؤں کے رشتوں کے مسائل ہیں۔ ایسی بعض بیوائیں ہوتی ہیں جو شادی کی عمر کے قابل ہوتی ہیں یا بعض ایسی جو اپنے تحفظ کے لئے شادی کروانا چاہتی ہیں ان کے رشتوں کے مسائل ہیں۔ لیکن ایسی بیوائیں بعض دفعہ معاشرے کی نظروں کی وجہ سے ڈر جاتی ہیں اور باوجود یہ سمجھنے کے کہ ہمیں شادی کی ضرورت ہے، وہ شادی نہیں کرواتیں۔ تو بہر حال مختلف طبقوں کے اپنے مسائل ہیں ہمارے بعض مشرقی ممالک میں، بیواؤں کے ضمن میں بات کروں گا، اس بات کو بہت برا سمجھا جاتا ہے بلکہ گناہ سمجھا جاتا ہے کہ عورت اگر بیوہ ہو جائے تو دوسری شادی کرے۔ اور بعض بیچاری عورتیں جو اپنے حالات کی وجہ سے شادی کرنا چاہتی ہیں ان کے بعض دفعہ رشتے بھی طے ہو جاتے ہیں لیکن ان کے عزیز رشتہ دار اس بات کو گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا۔ اور اس طرح ان کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں اور بیچاری عورت کو اتنا عاجز کر دیتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی سے ہی بیزار ہوجاتی ہے۔ اور حیرت اس بات کی ہے کہ یہاں یورپ میں آ کر جہاں اور دوسرے معاملات میں روشن خیالی کا نام دے کر بہت سارے معاملات میں ملوث ہوجاتے ہیں جن میں سے بعض کی اسلام اجازت بھی نہیں دیتا لیکن یہ جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بیواؤں کی شادی کرو اس بارے میں بڑی غیرت دکھا

بقیہ صفحہ 3 پر

اس شمارہ میں

- لگتی ہیں یہ آفات بھی جب آقا دعا دے (منظوم)
- تعارف سورۃ الفتح (48 ویں سورۃ)
- تعارف صحابہ کرامؓ
- تسبیح۔تحمید اور تکبیر کا اجر عظیم

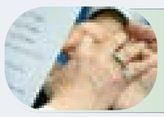

دربارِ خلافت

رئیس المنافقین سے حسن سلوک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

ایک روایت میں آتا ہے۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ وہ کسی غزوہ کے لئے گئے ہوئے تھے کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نے ایک انصاری کی پشت پر ہاتھ مارا۔ اس پر اس انصاری نے بآوازِ بلند کہا کہ اے انصار! میری مدد کو آؤ اور مہاجر نے جب معاملہ بگڑتے ہوئے دیکھا تو اس نے بآوازِ بلند کہا کہ اے مہاجرو! میری مدد کو آؤ۔ یہ آوازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیں۔ تو آپ نے دریافت فرمایا۔ یہ کیا زمانہ جاہلیت کی سی آوازیں بلند ہو رہی ہیں؟ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ یا رسول اللہؐ! ایک مہاجر نے ایک انصاری کی پشت پر ہاتھ مار دیا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا کرنا چھوڑ دو۔ یہ ایک بُری بات ہے۔ بہرحال پانی پینے کے اوپر یہ جھگڑا شروع ہوگیا تھا کہ میں پہلے پیوں گا، اُس نے کہا پہلے میں۔ بعد میں یہ بات عبد اللہ بن اُبی بن سلول رئیس المنافقین نے سنی تو اس نے کہا مہاجرین نے ایسا کیا ہے؟ اللہ کی قسم اگر ہم مدینہ لوٹے تو مدینہ کا معزز ترین شخص مدینہ کے ذلیل ترین شخص کو نکال باہر کرے گا (نعوذ باللہ)۔

عبد اللہ بن اُبی بن سلول کی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگئی۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہؐ! مجھے اجازت دیں کہ مَیں اس منافق کا سر قلم کر دوں۔ حضرت عمرؓ کی بات سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس سے درگزر کرو۔ کہیں لوگ یہ باتیں نہ کہنے لگ جائیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کر دیتا ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ المنافقین باب قولہ سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم۔ حدیث نمبر 4905)

اس کے باوجود کہ اس کی ایسی حرکتیں تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنا ساتھی کہا ہے۔ کیونکہ جب تک وہ ظاہراً اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہا تھا۔ روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ آپ نے عبد اللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں کو بلوا کر پوچھا کہ اس طرح مشہور ہوا ہے۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ وہ سب اس بات سے مکر گئے۔ ان میں بعض انصار تھے انہوں نے بھی سفارش کی اور کہا کہ شاید زید کو جو چھوٹے تھے، جنہوں نے یہ بتایا تھا کہ اُن کے سامنے یہ بات ہوئی ہے غلطی لگی ہوگی۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو مزید کچھ نہیں پوچھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو وحی کے ذریعے بتادیا کہ یہ واقعہ سچ ہے تو سب دنیا کو، اُس وقت کے لوگوں کو پتہ لگ گیا کہ بہرحال یہ سچ ہے۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر یوں آتا ہے کہ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (المنافقون:09)

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹیں گے تو ضرور وہ جو سب سے زیادہ معزز ہے اسے جو سب سے زیادہ ذلیل ہے اس میں سے نکال باہر کرے گا۔ حالانکہ عزت تمام تر اللہ اور اس کے رسول

بقیہ صفحہ 7 پر

لگتی ہیں یہ آفات بھی جب آقا دعا دے

”دیوانوں کی فہرست میں اک نام بڑھادے“
قدموں میں خلیفہ کے تُو مجھ کو بھی جگہ دے

جس راہ سے عشاق کا یہ کارواں گزرے
مولا مجھے اس راہ کی تُو خاک بنا دے

صد رشک کے قابل ہیں جو رہتے ہیں ترے پاس
اے بخت کبھی مجھ کو بھی لندن کی ہوا دے

اے مہدی دوراں کے گلستاں کے محافظ
اس عاجز و احقر کو بھی لشکر میں جگہ دے

واللہ یہ پیشانی و رخسار منور
جو ویسے نہ مانے اسے یہ نور دکھا دے

یہ تجربہ، ایمان و عقیدہ ہے ہمارا
ٹلتی ہیں یہ آفات بھی جب آقا دعا دے

آقا کی غلامی میں جیوں اور مروں میں
ہے شان یہ خواہش مری توفیق خدا دے

(از ذیشان لاشاری مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 16 جون 2020ء)

آج کی دعا

اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّي

(صحیح مسلم کِتَابُ الذِّکرِ وَالدُّعَاء حدیث: 6814)

ترجمہ: اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور مجھے وفات دے جب وفات میرے لیے بہتر ہو۔

یہ پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی لمبی اور شدید بیماری کے وقت کی دعا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی نقصان (مصیبت) کی وجہ سے، جو اس پر نازل ہو، موت کی تمنا نہ کرے۔ اگر اس نے لامحالہ موت مانگنی بھی ہو تو یوں کہے: اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور مجھے وفات دے جب وفات میرے لیے بہتر ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے (کیونکہ) اگر وہ نیک ہے تو ہوسکتا ہے وہ اور نیکیاں کرے اور اگر وہ گناہ گار ہے تو شاید وہ اپنے اللہ کو راضی کرلے۔“

(سنن نسائی کِتَابُ الْجَنَائِز باب تَمَنِّي الْمَوْتِ حدیث: 1819)

حضرت اسامہ بن شریکؓ بیان کرتے ہیں کہ پاس ایک دیہاتی آیا اور پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہم علاج معالجہ کر سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیمار کا علاج ضرور کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لئے شفا رکھی ہے کوئی اس کا علاج جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ (مسند احمد)

مرسلہ: مریم رحمٰن

ابو سلطان

تعارف سورۃ الفتح (48 ویں سورۃ)

(مدنی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 30 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب) ایڈیشن 2003

وقت نزول اور سیاق و سباق

جمہور علماء کی رائے کے مطابق یہ سورت صلح حدیبیہ کے معاہدے کے طے پانے کے بعد ہجرت کے چھٹے سال میں ذوالقعدہ کے مہینے میں نازل ہوئی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ واپس تشریف لا رہے تھے (بخاری)۔ یہ معاہدہ ایک تاریخ ساز موقع تھا اس لیے اس سے جڑے تمام واقعات تاریخ اسلام میں نہایت مؤثر طور پر محفوظ کئے گئے ہیں۔ اس لئے اس سورت کے وقت نزول کی بابت مکمل شواہد موجود ہیں۔ اس کا عنوان الفتح یعنی کامیابی رکھا گیا ہے۔ یہ عنوان اس لحاظ سے بھی موزوں ترین ہے کہ بظاہر ایک سفارتی شکست آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ایک کونے کا پتھر ثابت ہوئی اور فتح مکہ پر منتج ہوئی اور بالآخر پورے عرب پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔

گزشتہ سورت کے اختتام پر مومنین کو اپنے مخالفین کے مقابل پر یقینی فتح کا وعدہ دیا گیا تھا۔ موجودہ سورت نہایت واضح اور غیر مبہم انداز میں اس موعود فتح کو یوں بیان کرتی ہے کہ یہ آئندہ کسی دور کے زمانے کی بات نہیں ہے بلکہ یہ فتح بہت قریب ہے اور یہ اس قدر قریب ہے کہ گویا آن پہنچی ہے۔ اور یہ فتح ایسی فیصلہ کن اور مؤثر ہوگی کہ ایک شکی مزاج انسان کے لیے بھی اس کا انکار ممکن نہیں ہوگا۔

مضامین کا خلاصہ

یہ سورت اس حتمی بیان سے شروع ہوتی ہے کہ فتح کا وقت آ پہنچا ہے اور یہ کہ یہ فتح نہایت واضح، یقینی اور بھاری ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا ہے کہ اس فتح کے بعد لوگ یوں جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے کہ ان کی تعلیم وتربیت اور عقائد اچھی طرح باور کروانے کا کام ایک پرمشقت کام ثابت ہوگا۔ لہٰذا اس بھاری ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کی مدد طلب کرنی چاہیے اور مغفرت اور رحم طلب کرنی چاہیے تا کہ تقاضائے بشریت اس ذمہ داری کی تکمیل میں کچھ کمی نہ رہ جائے۔

پھر اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ صلح حدیبیہ کے معاہدے کی پوری آگاہی اور حکمت نہ سمجھنے کی وجہ سے مومنوں کے دل غمگین ہیں۔ لہٰذا خدا تسلی اور اطمینان نازل کرے گا اور ان کے ایمان کو تقویت دے گا جبکہ کفار کی جھوٹی خوشیاں پامال ہو جائیں گی اور سطحی اور بے وقت ثابت ہوں گی۔ مومنوں کو بتایا گیا ہے کہ صلح حدیبیہ کے معاہدے پر دستخط کرنے کے بعد انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فراست اور حکمت کو شک کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیے تھا کیونکہ آپ خدا کے رسول ہیں اور آپ کے جملہ افعال خدائی رہنمائی کی روشنی میں انجام پذیر ہوتے ہیں۔ مومنوں کا تو کام تھا کہ وہ آپ پر پورا یقین رکھتے، آپ کی مدد کرتے اور آپ کے ساتھ مستعد کھڑے رہتے۔ پھر مومنوں کو بتایا گیا ہے کہ درخت کے نیچے بیعت (بیعت الرضوان) کرنے سے انہیں خدا کی رضامندی حاصل ہوئی ہے، جب انہوں نے یہ عہد باندھا کہ وہ ہر مشکل اور راحت کی گھڑی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہیں گے یہاں تک کہ موت انہیں اپنی آغوش میں لے لے۔

دراصل یہ خدا کا اپنا منصوبہ تھا کہ ایسے موقع پر لڑائی نہ ہو جبکہ مکہ میں کچھ مخلص اور سچے مسلمان بھی موجود تھے جنہیں مسلمان عام طور پر نہ جانتے تھے اور جو بے مقصد مارے جاتے اگر لڑائی ہو جاتی۔ پھر منافقین اور پیچھے رہ جانے والوں کی سخت مذمت کی گئی ہے اور ان کی منافقت کا سرعام اعلان کیا گیا ہے جب کبھی بھی انہیں خدا کی راہ میں لڑائی کے لیے بلایا جاتا ہے، یہ سورت بتاتی ہے کہ جھوٹے بہانے تلاش کر کے پیچھے رہ جانے کا جواز بناتے ہیں مگر انکے احمقانہ فیصلے اور جھوٹے بہانے محض ان کو ہی بے وقوف بنا سکتے ہیں۔

اپنے اختتام پر یہ سورت پھر اس مضمون کی طرف عود کرتی ہے کہ نہ صرف صلح حدیبیہ کا معاہدہ ایک عظیم الشان فتح ثابت ہوگا بلکہ اس کی بدولت کئی اور کامیابیاں بھی حاصل ہوں گی یہاں تک کہ ہمسایہ ممالک بھی اسلام کی آغوش میں آ جائیں گے۔

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت..... از صفحہ 1

رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ یہ جو مَیں نے آیت تلاوت کی ہے کہ تمہارے درمیان جو بیوائیں ہیں ان کی بھی شادیاں کراؤ۔ اور اسی طرح تمہارے درمیان جو تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے نیک چلن ہوں ان کی بھی شادیاں کراؤ۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی بنا دے گا۔ اور اللہ بہت وسعت عطا کرنے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا حکم جس پر ہر ایک کو عمل کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تو بڑا واضح طور پر کھل کر فرماتا ہے کہ معاشرے میں اگر نیکیوں کو فروغ دینا ہے تو معاشرے میں جو شادیوں کے قابل بیوائیں ہیں ان کی بھی شادیاں کرانے کی کوشش کرو بلکہ یہاں تک کہ اُس زمانے میں جو غلام تھے اور لونڈیاں تھیں ان میں سے بھی جو نیک فطرت ہیں ان کی بھی شادیاں کرواؤ تا کہ برائی نہ پھیلے۔ یہ قوم بھی جو غریب لوگ ہیں یہ بھی مایوسی کا شکار نہ ہوں۔ تو یہ حکم شادی کی پابندی کا ہے۔ اس زمانے میں غلام تو نہیں ہیں لیکن بہت سے ممالک میں غربت ہے اور غربت کی وجہ سے شادی نہیں ہوتی تو جماعت ان لوگوں کی مدد بھی کرتی ہے۔ اس لئے انفرادی طور پر بعض لوگ مدد کرتے ہیں اور کرنی بھی چاہیے۔ تو فرمایا یہ نہ سمجھو کہ ان کی غربت ہے اس لئے شادی نہ کراؤ۔ اگر مرد کام نہیں کرتا یا ملازمت اس کے پاس نہیں ہے یا کوئی کمائی کا ایسا بڑا ذریعہ نہیں ہے تو ان کی شادیاں بھی کرواؤ اور پھر جماعت میں جو ایک نظام رائج ہے ایسے لوگوں کی ملازمت یا کاروبار کی کوشش بھی کی جاتی ہے اور کرنی بھی چاہیے۔ تو الّا ماشاء اللہ جب ایسی کوشش ہوتی ہے تو سوائے چند ایک کے شادی کے بعد احساس بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے بیوی بچوں کو سنبھالنا ہے اس لئے کوئی کام کریں، کوئی کاروبار کریں، کوئی نوکری کریں، کوئی ملازمت کریں۔ پھر اکثر بیوی بھی اپنے خاوند کے لئے کوئی کام کرنے کے لئے یا ملازمت حاصل کرنے کے لئے ترغیب دلانے کا باعث بن جاتی ہے۔ بیوی بھی اس پر دباؤ ڈالتی ہے تو اس سے بھی توجہ پیدا ہوتی ہے۔ اور کئی مثالیں ایسی ہیں کہ شادی کے بعد ایسے غریبوں کے حالات بہتر ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ وہ علم رکھتا ہے کہ کس کے کیا حالات ہونے ہیں۔ معاشرے کا یہ کام ہے کہ چاہے وہ بیوائیں ہوں، چاہے وہ غریب لوگ ہوں ان کی شادیاں کروانے کی کوشش کرو۔ اس طرح معاشرہ بہت سی قباحتوں سے پاک ہو جائے گا، محفوظ ہو جائے گا۔ بیواؤں میں سے بھی اکثر جو ایسی ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ شادی کرانے کی خواہش رکھتی ہوں، ضرورت مند ہوں اور ان میں سے ایسی بھی بہت ساری تعداد ہوتی ہے جو خاوند کی وفات کے بعد معاشی مسائل سے دوچار ہو جاتی ہے۔ معاشرے کے بعض مسائل ہیں جن سے دوچار ہوتی ہے تو ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کو کوئی ٹھکانہ ملے۔ ان کو تحفظ ملے بجائے اس کے کہ وہ مستقل تکلیف اٹھاتی رہے۔ اس لئے فرمایا کہ پاک معاشرہ کے لئے بھی اور ان کے ذاتی مسائل کے حل کے لئے بھی پوری کوشش کرو کہ ان کی شادیاں کروادو۔ تو یہ ہے حکم اللہ تعالیٰ کا جبکہ جیسا کہ مَیں نے کہا بعض معاشرے اس کو ناپسند کرتے ہیں۔ اسلامی اور احمدی معاشرہ کہلاتے ہوئے بعض لوگ ناپسند کرتے ہیں۔ تو ہر احمدی کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مقابلے میں ہماری روایات یعنی وہ جھوٹی روایات جو دوسرے مذاہب یا غیر مسلموں کے بگڑے ہوئے مذہب کا حصہ بن کر ہمارے اندر جڑ پکڑ رہی ہیں، ہمارے اندر داخل ہو رہی ہیں ان کو نکالنا چاہئے۔''

(خطبہ جمعہ 24؍ دسمبر 2004ء)

از غلام مصباح بلوچ

تعارف صحابہ کرامؓ

حضرت مولوی عبدالصمد صاحب رضی اللہ عنہ ۔سنور

حضرت میاں عبدالصمد صاحب رضی اللہ عنہ ولد اللہ بخش صاحب قوم شیخ انصاری سنور ریاست پٹیالہ (موجودہ ضلع پٹیالہ) کے رہنے والے تھے اور ریاست پٹیالہ میں بطور زنبورچی (چھوٹی توپ چلانے والا) ملازم تھے۔ اس کے ساتھ اچھا دینی اور علمی رجحان بھی رکھتے تھے، بعد ازاں آپ اپنی ملازمت سے الگ ہوکر وعظ و تدریس سے وابستہ ہوگئے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ بیعت سے قبل ہی آپؑ سے اعتقاد رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے دعویٰ پر فورًا لبیک کہتے ہوئے دار البیعت لدھیانہ میں 23/مارچ 1889ء کو حضرت اقدسؑ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوگئے، رجسٹر بیعت اولیٰ میں آپ کا نام 30ویں نمبر پر یوں درج ہے:

’’علی محمد ولد اللہ بخش عرف عبدالصمد ۔سنور محلہ مجاوراں ریاست پٹیالہ ۔ ملازمت زنبورچی ریاست پٹیالہ‘‘

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 345)

یہاں آپ کا اصل نام علی محمد اور عرف عبدالصمد لکھا ہے لیکن کتاب آئینہ کمالات اسلام میں درج جلسہ سالانہ 1892ء کے شرکاء میں آپ کا نام 81 نمبر پر ’’مولوی عبدالصمد صاحب عرف شیخ علی محمد۔سنور ریاست پٹیالہ‘‘ لکھا ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5) بہرحال آپ کا نام جماعتی لٹریچر میں ہر جگہ عبدالصمد ہی درج ہوا ہے۔ آپ 313 صحابہ میں بھی شامل تھے، اس فہرست میں 223 نمبر پر ’’میاں عبدالصمد صاحب۔سنور‘‘ درج ہے۔حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی کتاب ’’سراج منیر‘‘ میں ’’فہرست آمدنی چندہ برائے طیاری مہمان خانہ و چاہ وغیرہ‘‘ کے تحت ان اصحاب کے نام درج فرمائے ہیں جنھوں نے اس مد میں چندہ دیا، اس فہرست میں آپ کا نام ’’شیخ عبدالصمد معلم سنوری‘‘ بھی درج ہے۔(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12صفحہ 87) الحکم 24 جولائی 1901ء صفحہ 16پر عام اغراض کی مد میں چندہ دہندگان میں آپ کا نام ’’عبدالصمد صاحب مہتمم مدرسہ بنیاد العلوم پٹیالہ‘‘ مع چندہ درج ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نہایت عقیدت و محبت کا تعلق تھا اور حضرت اقدسؑ کے تازہ ارشادات و فرمودات کے لیے ایک تڑپ رکھتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ اخبار بدر کی اشاعت کے متعلق تجاویز میں آپ نے لکھا:

’’نصف اخبار ڈائری کے لیے مخصوص ہو اور ڈائری بلا ناغہ کوشش کر کے لکھی جاوے۔ اگر ڈائری ہو اور وہ پوری ضبط ہو جاوے تو نصف کیا میں تو کل اخبار میں یہی دینا چاہتا ہوں کیونکہ سوائے ایک دو صفحوں کے اصل غرض البدر کے اجراء کی یہی ہے کہ تازہ حالات اور تقریریں احمدی احباب تک پہنچائی جاویں مگر اکثر ایام ایسے بھی گذرتے ہیں کہ کوئی تقریر وغیرہ نہیں ہوتی اور نیز ضبط ڈائری کے انتظام میں بھی اب تک بڑا نقص ہے کہ ایک آدمی کو کل خدمات اخباری بجالانی پڑتی ہیں، مکمل انتظام یہ چاہتا ہے کہ ڈائری نویس ایک علیحدہ شخص ہو جو کہ ہروقت مسجد میں حاضر رہے اور دن میں جس وقت حضرت اقدس باہر تشریف لاویں اور کوئی ذکر فرماویں، وہ نوٹ کیا جاوے .....‘‘

(بدر 16/ دسمبر 1903ء صفحہ 379 کالم 3)

1909ء میں ڈھک بازار پٹیالہ میں احمدیہ پبلک لائبریری کے قیام پر اس کا انتظام آپ کے سپرد ہوا۔ (الحکم 7/ جولائی 1909ء صفحہ 3) اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علمی ذوق عطا فرمایا تھا اُس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت میں تحریری و تقریری خدمات سرانجام دیں، حضرت اقدسؑ کی زندگی میں ہی آپ نے ہندوؤں میں تبلیغ کی خاطر ایک کتاب ’’شری نش کلنک اوتار‘‘ لکھی جس پر ریویو کرتے ہوئے اخبار بدر نے لکھا: ’’کلنکی اوتار کے ظہور کے بارے میں یہ کتاب شیخ عبدالصمد صاحب ساکن سنور (پٹیالہ) نے تالیف کی ہے۔ نہایت عمدہ پسندیدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام یہ رسالہ ہے جس میں آپ کی صداقت بہ دلائل و براہین ثابت کی گئی ہے۔‘‘

(بدر 23/اپریل 1908ء صفحہ 15)

1913ء میں آپ نے اخبار بدر میں یہ اعلان شائع کرایا:

’’خاکسار خدمت اسلام و سلسلہ حقہ احمدیہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرتا ہے، اس لئے اگر کوئی باحوصلہ جماعت احمدی ایسے خادم دین کی اپنی ضروریات انجمن وسلسلہ اور خدمات دین کے سرانجام کے لئے واقعی ضرورت سمجھیں تو احقر کو فورًا طلب فرماویں اور اپنے جیسا اور اپنا ہمیشہ کا خادم اپنی انجمن کے لئے اور سلسلہ تبلیغ کے لئے مبلغ سمجھیں۔ والسلام از بٹھنڈا ریاست پٹیالہ۔محمد عبدالصمد احمدی واعظ پٹیالوی سنوری‘‘

(بدر 30جنوری 1913ء صفحہ 1)

بعد ازاں آپ کو سلسلہ احمدیہ کے مبلغ کے طور پر ہندوستان کے مختلف علاقوں میں خدمت کی توفیق ملی۔ خلافت ثانیہ کے قیام کے موقع پر آپ نے درج ذیل عریضہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بحضور پُرنور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

امابعد، حضرت سیدی و مولائی خلیفۂ ربانی عمر ثانی حضرت میاں صاحب مولانا بشیر الدین محمود احمد ایدہم اللہ الصمد۔عرض فدوی محمد عبدالصمد شیخ انصاری سنوری احمدی، پبلک واعظ سلسلہ عالیہ احمدیہ آنکہ وفات حسرت آیات حضرت خلیفۃ المسیح عالم و عامل ربانی صدیق ثانی حضرت مولانا حکیم الامت محبوب رب العالمین اعلیٰ اللہ مقامہٗ و نوّر اللہ قبرہٗ ناگہاں سن کر دل کو قلق ہوا، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ زاں بعد حضور والا کی خلافت منجانب اللہ سُن کر دل پژمردہ کو حمد و سجدہ شکر بحضور رب العالمین احکم الحاکمین کرنے کا موقعہ مل گیا، الحمد للہ علیٰ ذالک۔پچیس مارچ کی شب بوقت صبح بذریعہ خواب ایک زور کی آواز سنی گئی اور وہ تھی (عمر) خلیفہ۔ چونکہ احقر کو اس روز قریبًا 8 بجے تک بحلف کرتا ہوں کہ واقعات جانگداز اور امورات سوز و ساز یعنی حضرت خلیفۃ المسیح اول کی وفات کی خبر اور نہ کسی اور معاملہ کی خبر ملی تھی، اس واسطے اس غیبی آواز کے دو معنی لیے گئے (1) عمر خلیفہ۔ حضرت مغفور کی عمر کی ترقی لیکن 8 بجے کے بعد کارڈ پہنچا کہ حضرت خلیفۃ المسیح صدیق ثانی عالم جاودانی کو انتقال فرما گئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

کارڈ میں جب خلافت دوم کا ذکر نہ پڑھا تو دل کا بڑا صدمہ پہنچا اور حیرت پر حیرت تھی کہ خلافت کا قائم ہونا ضروری اور ذکر نہیں، کیا معاملہ ہے اور عالم محویت میں اخبارات کی تلاش تھی اور ناکامی، آخر اعلان ملا اور دو روز بعد تب دل شکستہ کو صبر وسکون ہوا اور خواب کی آواز کی صحت اور تصدیق ہوگئی اور الہام حضرت امام ہمام علیہ الصلوٰۃ و السلام یعنی فضل عمر نے تو غنچہ کھلا دیا، الحمد للہ و شکر للہ۔

(الحکم 21/28 دسمبر 1937ء صفحہ 15)

اب آپ غیروں میں تبلیغ کے علاوہ منکرین خلافت کا بھی بڑے زور شور سے مقابلہ کرنے لگے، اخبار الفضل ایک جگہ لکھتا ہے:

’’مولوی عبدالصمد صاحب ریاست پٹیالہ میں بڑی ہمت سے کام کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے، آمین۔ اُنھوں نے بڑی کوشش سے محمود پور میں باقاعدہ جماعت قائم کی ہے۔ سامانہ میں ایک بڑا بھاری جلسہ ہوا جس میں ہماری جماعت کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی کامیابی ہوئی۔ الحمد للہ آج کل مولوی صاحب موصوف بڑی سرگرمی سے غیر مبائعین کا مقابلہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں ان پر مظفر و منصور کرے گا، ان شاء اللہ۔‘‘

(الفضل 22/ستمبر 1917ء صفحہ 11)

اخبار الفضل 14 ستمبر 1915ء صفحہ 1پر موضع سامانہ اور سنور میں آپ کے کامیاب لیکچروں کا ذکر موجود ہے۔حضرت حکیم محمد صدیق صاحب پٹیالوی رضی اللہ عنہ آپ کے اسی دورہ کے متعلق لکھتے ہیں:

’’ہمیر پور یوپی کے مشہور مبلغ جناب مولوی عبدالصمد صاحب اپنے کامیاب دورہ پر سے واپس آتے ہوئے، وطن مالوف سنور میں ٹھہرے اور جماعت سنور کی خواہش پر آپ نے پہلے روز رات کے وقت الحمد شریف سے باہمی اتفاق و یکجہتی وغیرہ پر ایک موثر اور پُر درد تقریر بیان فرمائی.... اگلے روز سناتن دھرم، آریہ سماج اور مسلمانوں کو تبلیغ کی گئی.... پھر اگلے روز شام کو ہندوؤں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کے سامنے اسلام کی سب سے بڑی خوبی بیان فرما کر تمام دیگر موجودہ مذاہب پر فوقیت ثابت کی....‘‘

(الفضل 14اکتوبر 1915ء صفحہ 6)

شیخ عبدالصمد صاحب واعظ ہمیر پور نے سترہ آدمیوں کی بیعت پہلے بھیجی تھی آج دس آدمیوں کے نام بھیجے ہیں کہ یہ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ اللھم زد فزد (الفضل 23 مئی 1915ء) علاقہ ملکانہ میں ارتداد کے خلاف جانے والے جماعتی وفود میں بھی آپ کو جانے کا موقعہ ملا۔ آپ نے مورخہ 31/ جولائی 1930ء کو قریبًا 55 سال کی عمر میں وفات پائی اور بوجہ موصی (وصیت نمبر 1745) ہونے کے بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔ اخبار الفضل نے اعلان وفات دیتے ہوئے لکھا: ’’مولوی عبدالصمد صاحب مہاجر پٹیالوی جنھیں سلسلہ کی تبلیغ کا بہت شوق تھا، فوت ہوگئے۔ جمعہ کی نماز کے بعد حضرت اقدس نے ان کا جنازہ پڑھا، بیرونی جماعتیں بھی نماز جنازہ پڑھیں۔‘‘ (الفضل 19/ اگست 1930ء صفحہ 1)

تاریخ احمدیت میں آپ کے متعلق یہ نوٹ دیا گیا ہے: ’’نہایت مخلص اور صوفی منش درویش انسان تھے، ہندی زبان پر عبور تھا اور ہندو کتب سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام اور اسلام کی صداقت کا بیان آپ کے رگ و ریشہ میں داخل تھا، اس باب میں کتاب ’’شری نش کلنک درشن یا ظہور کلکی اوتار‘‘ آپ کی یادگار ہے۔ اس کے علاوہ ’’اعلان الصحیح فی ردّ تکفیر المسیح‘‘ کی غیر مطبوعہ تصنیف بھی۔ آنریری طور پر پوری عمر تبلیغ اسلام و احمدیت میں گذاری۔‘‘ اللھم اغفرلہٗ و ارحمہ

(تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 252)

تبرکات حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ

تسبیح، تحمید اور تکبیر کا اجرِ عظیم

حدیث: عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ جَآءَ الْفُقَرَآءُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ذَھَبَ اَھْلُ الدُّثُوْرِ مِنَ الْاَمْوَالِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی وَ النَّعِیْمُ الْمُقِیْمُ یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّیْ وَ یَصُوْمُوْنَ کَمَا نَصُوْمُ وَلَھُمْ فَضْلٌ مِّنْ اَمْوَالٍ یُّحِجُّوْنَ بِھَا وَ یَعْتَمِرُوْنَ وَ یُجَاھِدُوْنَ وَ یَتَصَدَّقُوْنَ۔ فَقَالَ اَلَا اُحَدِّثُکُمْ بِمَآ اِنْ اَخَذْتُمْ بِہٖ اَدْرَکْتُمْ مَنْ سَبَقَکُمْ وَلَمْ یُدْرِکْکُمْ اَحَدٌ بَعْدَکُمْ وَکُنْتُمْ خَیْرٌ مِنْ اَنْتُمْ بَیْنَ ظھرا فیھم اِلَّا مَنْ عَمِلَ مِثْلِہٖ تُسَبِّحُوْنَ وَ تَحْمِدُوْنَ وَ تُکَبِّرُوْنَ خَلْفَ کُلَّ صَلٰوۃٍ ثَلَاثًا وَّ ثَلٰثِیْنَ......

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غریب مسلمان حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ دولتمند لوگوں نے تمام بلند درجے حاصل کر لئے اور ہمیشہ کا چین (جنت) لے لیا۔ حالانکہ وہ بھی ہماری طرح نمازیں پڑھتے ہیں اور ہماری طرح روزے رکھتے ہیں۔ ان کے پاس مال و دولت علاوہ ہے جس کے ذریعہ وہ حج کرتے ہیں اور عمرہ اور جہاد بھی بجا لاتے ہیں اور صدقہ وخیرات بھی کرتے ہیں۔ (اور ہم غربت کی وجہ سے ان کاموں کو سرانجام نہیں دے سکتے) آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں کہ اگر تم اس کو بجالاؤ تو آگے بڑھنے والوں کو جا لو اور تم کو کوئی نہ پکڑ سکے اور تم اپنے زمانہ والوں میں سے سب سے اچھے ہو جاؤ؟ اور جو وہ بات بجالاوے گا وہ تمہارے برابر رہے گا۔ تم ہر نماز (فرض) کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ سبحان اللہ۔ الحمد للہ و اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔

تشریح: یہ حدیث خاص طور سے قابل توجہ اور قابل ذکر ہے۔ چاہئے کہ دوست اس کا مفہوم ذہن نشین کر لیں۔

اس حدیث کو پڑھ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ ایک شخص جو خدا کی راہ میں جان و مال فدا کر دیتا ہے اور دیگر طرح طرح کے امور صالحہ بجالاتا ہے تو اس کے درجہ کے برابر ایک ایسے شخص کا درجہ ہو جو نہ تو اپنے میں جان و مال فدا کرنے کی توفیق رکھتا ہے اور نہ دیگر امور صالحہ، حج، صدقہ، زکوٰۃ وغیرہ کو بجا لا سکتا ہے؟

یاد رکھنا چاہئے کہ مال و دولت بھی ایک ایسی چیز ہے کہ جو دنیا کے قیام کا باعث ہے۔ جس کے پاس دولت نہیں وہ نہ تو کپڑے خرید سکتا ہے اور نہ ہی کھانے کا سامان فراہم کر سکتا ہے۔ تعلیم بھی بغیر مال و دولت کے حاصل نہیں ہوتی۔ زکوٰۃ بھی مال والوں پر فرض ہے۔ حج بھی مال والوں پر فرض ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور مال کی محبت قلب انسان

میں ودیعت کی گئی ہے جیسے کہ فرمایا اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ۔ اور جو شخص خدا کی راہ میں جان و مال کو قربان و فدا کر دیتا ہے تو گویا اس نے اپنے ایمان صالحہ کا ثبوت دیا۔ لیکن یہ تبھی ہو سکتا ہے جبکہ وہ بذل مال ریاکاری سے نہ کرے۔

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مال کے تین بڑے بڑے منفعت ہوتے ہیں۔ اوّل۔ تسبیح یعنی نقائص سے پاک ہونا۔ ایک غریب و قلاش شخص جس کا نام عبداللہ ہے۔ لوگوں کے دلوں میں اس کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ اس کا نام بھی حقارت سے لیتے اور دُلّا دُلّا کہہ کر پکارتے ہیں۔ لیکن جب وہی امیر ہو جاتا ہے تو اسی دُلّہ کو لوگ جناب مولوی عبداللہ صاحب کہہ کر پکارتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی نواب یا راجہ یا امیر آدمی نکمی بات بھی کہہ دے تو اس کے ہوا خواہ جھٹ تعریفوں کے پل باندھ دیتے۔ گویا مال و دولت اور جاہ و حشمت ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ انسان کے نقائص کو خوبیاں بنایا جاتا ہے۔

دوسری بات تحمید ہے۔ لوگ امراء، نوابوں اور راجاؤں کی بے جا تعریف کرتے ذرا نہیں ہچکچاتے۔

پھر تیسری بات بڑائی ہے جو مال کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ امیروں کو سوسائٹی میں اونچے درجہ پر جگہ دی جاتی ہے اور ان کی عزت و توقیر کی جاتی ہے۔ پس جو شخص فی سبیل اللہ اپنی دولت کو خرچ کرتا ہے تو گویا اس نے اس بات کا کھلے بندوں اظہار کیا کہ اے خدا! میں تیرے راستہ میں اپنی تسبیح کو قربان کرتا ہوں۔ کیونکہ سُبْحَانَ اللّٰہ صرف ایک تو ہی ہے جو نقائص سے منزہ ہے۔ اسی طرح اس نے اپنی تعریف کو بھی قربان کر دیا کیونکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ صحیح تعریف صرف اور صرف خدا کے لئے ہے۔ اسی طرح اس نے اپنی بڑائی کو بھی خدا کے حضور قربان کر دیا۔ کیونکہ اصل حق بڑائی کا صرف اور صرف اسی کو ہے۔ اللہ اکبر

ایک امیر شخص تو اپنی گاڑھے پسینہ کی کمائی کو خدا کی راہ میں خرچ کر کے ثواب حاصل کر لیتا ہے۔ پر غریب کیا کرے۔ اس کو بھی ثواب کی خواہش ہے۔ وہ بھی تو عباد اللہ میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ تو ایسے آدمی کے لئے حضور علیہ السلام نے ایک نہایت ہی قیمتی اور سہل گُر ارشاد فرمایا کہ وہ ہر نماز فرض کے بعد 33-33 مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ لیا کرے۔ جب وہ ایسا کرے گا تو اس کے پیش نظر فوراً یہ بات آ جائے گی کہ خدائے واحد یگانہ ہی تمام نقائص سے پاک ہے۔ کوئی بادشاہ، نواب، راجہ یا امیر ایسا نہیں جو نقائص سے پاک ہو۔

پھر یہ کہ دنیوی بڑائی کوئی چیز نہیں۔ دنیا میں ہزاروں بدکار ایسے ہیں جن کے پاس مال و دولت کے انبار ہیں۔ اصل بڑائی خدا کے لئے ہے اور جب وہ الحمد للہ کہے تو وہ اپنے دل میں یہ بات واضح طور سے جاگزیں کر لے کہ اصل تعریف تو خدا کے لئے ہے۔ جو لوگ امراء، وزراء، نوابوں اور بادشاہوں کی تعریف کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

چنانچہ جب غریب آدمی ان خیالات کے ساتھ تسبیح تحمید وتکبیر کرے گا تو گویا اس نے کہا کہ نہ تو امراء، نواب یا بادشاہ نقائص سے پاک ہیں سوائے خدا کے۔ اور نہ ہی اصل تعریف کے یہ لوگ مستحق ہیں سوائے خدا کے اور نہ ہی یہ لوگ بڑائی کے قابل ہیں سوائے خدا کے۔ لیکن اس کا یہ اقرار خلوص نیت سے ہو تو تبھی وہ حقیقی اجر کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص مسجد میں تو کہے سبحان اللہ۔ لیکن باہر جا کر لوگوں کی بے جا تعریف کرے، ان کی بڑائی کرے وغیرہ وغیرہ۔ تو گویا اس نے حق تسبیح ادا نہ کیا۔ مختصر یہ کہ جس امیر نے اپنے مال و دولت کو فی سبیل اللہ خرچ کیا تو گویا اس نے اس بات کا ثبوت دیا کہ اصل تسبیح، تحمید وتکبیر خدا کے لئے ہے انسان خواہ امیر، نواب بلکہ بادشاہ بھی بن جائے مگر وہ ان نقائص سے بری نہیں۔ اور جو غریب بھی اپنے دل میں اس بات کا حقیقی احساس پیدا کرے کہ صحیح تسبیح تحمید وتکبیر صرف اور صرف خدا کے لئے ہے تو گویا وہ امیر و غریب دونوں ایک ہی سلک میں منسلک کر دیئے گئے۔ امیر نے اپنے عمل سے اس بات کی شہادت دے دی اور غریب نے دلی یقین اور خلوص نیت سے خدا کے حضور اپنی عرض کو پیش کر دیا۔ مطلب و مدعا دونوں کا ایک ہے۔ پس دوستوں کو چاہئے کہ وہ بالالتزام ہر نماز فرض کے بعد تسبیح و تحمید وتکبیر کہنے کا رواج ڈالیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(روزنامہ الفضل قادیان 2 جولائی 1943ء صفحہ 3)

از حلیم خان شاہد مربی سلسلہ پونے، مہاراشٹرا، انڈیا

’’دُنیا کی لذّت خارش کی طرح ہے‘‘

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دُوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

(خدا کو بھی چاہنا اور گھٹیا دنیا کو بھی چاہنا یہ صرف ایک خیال ہے اور یہ ناممکن ہے اور پاگل پن ہے)

قارئین کرام!

اس دُنیا میں زندہ رہنے کے لئے بے شمار ضرورتیں انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اور انسان کی مثال کشتی جیسی ہے اور دُنیا کی مثال پانی جیسی ہے۔ جیسے پانی کے بغیر کشتی نہیں چل سکتی۔ اگر کوئی شخص خشکی پر کشتی چلاتا ہے تو نہیں چلے گی۔ اسی طرح انسان کو زندہ رہنے کے لئے دُنیا ضروری ہے۔ انسان کو زندہ رہنے کے لئے پیسہ چاہئے، کھانا چاہئے، پانی چاہئے، مکان چاہئے، کپڑا چاہئے۔ ان سب چیزوں کی اس کو ضرورت ہے۔ یہ سب چیزیں دُنیا میں ہیں۔ لیکن جس طرح پانی کشتی کے لئے اس وقت تک فائدہ مند ہے جب تک پانی کشتی کے نیچے، دائیں اور بائیں طرف ہے، اس کے آگے اور پیچھے ہے۔ لیکن اگر وہ پانی دائیں بائیں کے بجائے کشتی کے اندر داخل ہوگیا تو کشتی ڈوب جائے گی، تباہ ہوجائے گی۔ اسی طرح دنیا کا ساز وسامان جب تک ہمارے چاروں طرف ہے تو پھر کوئی ڈر نہیں اس لئے کہ ساز و سامان ہماری زندگی کی کشتی کو چلائے گا۔ لیکن جس دن دُنیا کا یہ ساز و سامان ہمارے دل کی کشتی میں داخل ہوگیا، اس دن ہمیں ڈبو دے گا۔ بالکل اسی طرح جیسے پانی کشتی کے اردگرد ہو تو کشتی چلتی ہے اور جب وہ پانی کشتی کے اندر داخل ہوجاتا ہے تو کشتی کو ڈبو دیتا ہے۔

دنیا کے ان حالات کو بھانپتے ہوئے آج سے چودہ سو سال پہلے ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ نے حرص دنیا سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو تاکید فرمائی تھی۔ ایک حدیث میں آتا ہے:

’’حضرت عمرو بن عوف انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن الجراح کو بحرین کا عامل بنا کر بھیجا تا کہ وہاں سے جزیہ کی رقم وصول کر لائیں۔ چنانچہ وہ بحرین کے محاصل لائے تو انصار کو اس کا علم ہوا۔ وہ سویرے سویرے ہی فجر کی نماز میں پہنچ گئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی اور آپ مقتدیوں کی طرف مڑے تو لوگوں کا ایک انبوہ کثیر آپؐ نے سامنے دیکھا۔ آپؐ مسکرائے اور فرمایا۔ میرا خیال ہے کہ تم نے ابوعبیدہ کی آمد کے متعلق سن لیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں بشارت ہو اور اس خوش کن خبر کی امید رکھو۔ خدا تعالیٰ کی قسم! مجھے تمہارے فقر کا ڈر نہیں (اب فقر و احتیاج کے دن گئے) مجھے ڈر ہے تو اس بات کا ہے کہ دنیا کے خزائن تمہارے لئے کھول دیئے جائیں گے جس طرح پہلے لوگوں پر کھولے گئے تھے۔ تم دنیا کی طرف راغب ہو جاؤ گے اور اس کی حرص کرنے لگو گے جس طرح تم سے پہلے لوگوں نے حرص کی۔ پس تم کو بھی یہ حرص دنیا ہلاک کر دے گی جس طرح کہ اس نے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔‘‘

(بخاری کتاب الجهاد باب الجزیت والموادعة ومسلم ماخوذ از حدیقۃ الصالحین ص754)

قارئین کرام!

آج دنیا کے حرص میں لوگ ایسے پڑے ہیں کہ اسی میں ہی اپنا سب کچھ وار دینے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

دنیا کی حرص و آز میں کیا کچھ نہ کرتے ہیں
نقصان جو ایک پیسہ کا دیکھیں تو مرتے ہیں
زر سے پیار کرتے ہیں اور دل لگاتے ہیں
ہوتے ہیں زر کے ایسے کہ بس مرہی جاتے ہیں

(درثمین)

حضورؑ بیان کرتے ہیں کہ لوگ اس دنیا کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں اور اس سے دل لگا لیتے ہیں لیکن انکو سمجھنا چاہئے کہ یہ دنیاوی زندگی کے سامان تو عارضی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الۡبَنِیۡنَ وَ الۡقَنَاطِیۡرِ الۡمُقَنۡطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ وَ الۡفِضَّۃِ وَ الۡخَیۡلِ الۡمُسَوَّمَۃِ وَ الۡاَنۡعَامِ وَ الۡحَرۡثِ ؕ ذٰلِکَ مَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ (آل عمران:15)

لوگوں کے لئے طبعاً پسند کی جانے والی چیزوں کی یعنی عورتوں کی اور اولاد کی اور ڈھیروں ڈھیر سونے چاندی کی اور امتیازی نشان کے ساتھ داغے ہوئے گھوڑوں کی اور مویشیوں اور کھیتوں کی محبت خوبصورت کر کے دکھائی گئی ہے۔ یہ دنیوی زندگی کا عارضی سامان ہے۔

قارئین کرام!

ایک جگہ پر حضرت مسیح موعودؑ لذات دنیا کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دُنیا کی لذّت خارش کی طرح ہے۔ ابتداءً لذّت آتی ہے۔ پھر جب کھجلاتا رہتا ہے تو زخم ہو کر اُس میں سے خُون نِکل آتا ہے۔ یہاںتک کہ اس میں پیپ پڑ جاتی ہے اور وُہ ناسُور کی طرح بن جاتا ہے اور اس میں درد بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ گھر بہت ہی ناپائیدار اور بےحقیقت ہے۔ مجھے کئی بار خیال آیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی مُردے کو اختیار دیدے کہ وہ پھر دُنیا میں چلا جاوے تو وُہ یقیناً توبہ کر اُٹھے کہ مَیں اس دُنیا سے باز آیا۔

(ملفوظات جلد 4 ص 17 ایڈیشن 1988ء)

پھر حقیقت کیا ہے؟ کیا ہمیں اس دنیاوی لذات سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرنا چاہئے؟ اسکے جواب کے حوالے سے آیئے ہم قرآن، حدیث، حضرت مسیح موعودؑ و خلفاء احمدیت کے قول سے رہنمائی لیتے ہیں۔

قرآن مجید کی سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 15 کو خاکسار نے اوپر کوٹ کیا ہے اسی آیت کے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ذٰلِکَ مَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَ اللّٰہُ عِنۡدَہٗ حُسۡنُ الۡمَاٰبِ

(آل عمران: 15)

یہ دنیوی زندگی کا عارضی سامان ہے اور اللہ وہ ہے جس کے پاس بہت بہتر لَوٹنے کی جگہ ہے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیان فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ نے یہ نقشہ کھینچا ہے یا ان لوگوں کی حالت بیان کی ہے جو خدا تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں اور دنیا کا حصول ہی ان کا مقصد ہوتا ہے اور جب انسان خدا تعالیٰ کو بھولتا ہے تو پھر شیطان اس پر قبضہ کر لیتا ہے۔ گو یہ سب چیزیں خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہیں اور ان سے فائدہ بھی اٹھانا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ہمیں بڑا واضح فرمایا کہ دنیا کے کاروباروں سے الگ ہونا بھی غلط ہے۔ شادیاں کرنی بھی ضروری ہیں اور یہ سنّت ہے۔ اسی طرح دوسرے کام ہیں صحابہ بھی کیا کرتے تھے۔ بعض صحابہ کی کروڑوں کی جائیدادیں تھی۔ لیکن وہ رُو بہ دنیا نہیں تھے۔ دنیا پہ گرے ہوئے نہیں تھے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 8/ دسمبر 2017ء)

گو کہ ہمیں اس سے یہی سبق ملتا ہے کہ دنیا سے بالکل کٹ نہیں جانا چاہئے۔ ہمارے پیارے رسول ﷺ فرماتے ہیں: ’’لَا رَھۡبَانِیَّۃَ فِی الۡاِسۡلَامِ‘‘

(المبسوط لسرخسی جلد 10 ص 111، ماخوذ از حدیقۃ الصالحین ص 755)

یعنی اسلام میں رہبانیت نہیں ہے (یعنی عیسائیت کی طرح تجرد اور دنیا سے بے تعلقی کی زندگی گزارنا اسلام میں جائز نہیں)

پھر دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دونوں چیزوں (یعنی خدا اور دنیا) کی محبت ہم کس طرح حاصل کر سکتے ہیں؟ اسکا جواب ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کے اس اقتباس پر غور کرنے سے حاصل ہوتا ہے جس میں آپؑ فرماتے ہیں:

’’کیونکہ دو محبّتیں ایک جگہ جمع نہیں رہ سکتیں۔ جیسے لکھا ہے۔

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دُوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

اس لئے اس کے بعد ہی خدا فرماتا ہے وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ یہاں لغو سے مراد دُنیا ہے۔ یعنی جب انسان کو نمازوں میں خشوع اور خضوع حاصل ہونے لگ جاتا ہے تو پھر اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا کی محبت اس کے دل سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ پھر وہ کاشتکاری، تجارت نوکری وغیرہ چھوڑ دیتا ہے بلکہ وہ دنیا کے ایسے کاموں سے جو دھوکہ دینے والے ہوتے ہیں اور جو خدا سے غافل کر دیتے ہیں اعراض کرنے لگ جاتا ہے اور ایسے لوگوں کی گریہ وزاری اور تضرّع اور ابتہال اور خدا کے حضور عاجزی کرنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایسے شخص دین کی محبت کو دنیا کی محبت، حرص، لالچ اور عیش وعشرت سب پر مقدم کر لیتا ہے کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ ایک نیک فعل دوسرے نیک فعل کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور ایک بدفعل دوسرے بدفعل کی ترغیب دیتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 10 ص 63تا64 ایڈیشن 1984ء)

اس اقتباس کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’کہ تو خدا کو بھی چاہتا ہے اور اس ذلیل دنیا کو بھی چاہتا ہے یہ محض ایک خیال ہے۔ یہ ناممکن ہے اور یہ پاگل پن ہے۔ دونوں چیزیں نہیں ہوسکتیں۔ ہاں خدا کو چاہو تو دنیا ضرور مل جاتی ہے۔ لیکن صرف دنیا کو چاہنے سے خدا نہیں ملتا۔‘‘

(خطبہ جمعہ 29/ دسمبر 2017ء)

قارئین کرام!

پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ دنیاوی سامان اپنے اندر کوئی حقیقت

نہیں رکھتے اور نہ ہی سچی خوشحالی، سچی راحت دنیا اور دنیا کی چیزوں میں ہے۔اسلام کا خدا یہ کہتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز کا صحیح استعمال کرو اور اسکو بالکل ہی چھوڑنا نہیں، دنیا میں رہ کر خدا کا بننا ہے، خدا کا ہو کر خدا کے لئے دنیوی زندگی گزارنی ہے۔اگر ہم خدا کو پالیں تو یہ دنیا ہماری غلام بن سکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دعائیں مانگنے سے انسان تھکے نہ۔اس حوالے سے بعض اقتباسات پیش ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ پر سچا ایمان ہو تو انسان ان مشکلات دنیا سے نجات پا سکتا ہے کیونکہ وہ دردمندوں کی دعاؤں کو سن لیتا ہے مگر اس کے لیے یہ شرط ہے کہ دعائیں مانگنے سے انسان تھکے نہیں تو کامیاب ہوگا۔اگر تھک جاویگا تو نری ناکامی نہیں بلکہ ساتھ بے ایمانی بھی ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے بدظن ہو کر سلبِ ایمان کر بیٹھے گا مثلاً ایک شخص کو اگر کہا جاوے کہ تو اس زمین کو کھود۔خزانہ نکلے گا مگر وہ دو چار پانچ ہاتھ کھودنے کے بعد اسے چھوڑ دے اور دیکھے کہ خزانہ نہیں نکلا تو وہ اس نامرادی و ناکامی پر ہی نہ رہے گا بلکہ بتانے والے کو بھی گالیاں دے گا حالانکہ یہ اس کی اپنی کمزوری اور غلطی ہے جو اس نے پورے طور پر نہیں کھودا۔اسی طرح جب انسان دعا کرتا ہے اور تھک جاتا ہے تو اپنی نامراد کو اپنی سستی اور غفلت پر حمل نہیں کرتا، بلکہ خدا تعالیٰ پر بدظنی کرتا ہے اور آخر بے ایمان ہو جاتا ہے اور آخر دہریہ ہو کر مرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 ص 17-18)

نیز آپؑ فرماتے ہیں:

"میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ سچی خوشحالی سچی راحت دنیا اور دنیا کی چیزوں میں ہرگز نہیں ہے۔حقیقت یہی ہے کہ دنیا کے تمام شعبے دیکھ کر بھی انسان سچا اور دائمی سرور حاصل نہیں کرسکتا۔تم دیکھتے ہو کہ دولتمند زیادہ مال و دولت رکھنے والے ہر وقت خنداں رہتے ہیں مگر ان کی حالت جرب یعنی خارش کے مریض کی سی ہوتی ہے۔جس کو کھجلانے سے راحت ملتی ہے لیکن اس خارش کا آخری نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ یہی کہ خون نکل آتا ہے۔پس ان دنیوی اور عارضی کامیابیوں پر اس قدر خوش مت ہو کہ حقیقی کامیابی سے دور چلے جاؤ بلکہ ان کامیابیوں کو خداشناسی کا ایک ذریعہ قرار دو۔"

(ملفوظات جلد اوّل ص 135)

قارئین کرام!

دنیاوی چیزوں کے لئے صحابہ رسول ﷺ نے کبھی دعا کی درخواست نہیں کی ہمیں بھی اس چیز کو اختیار کرنا چاہئے۔جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

"مجھے صحابہ کی بعض عجیب عجیب باتیں معلوم ہوتی ہیں۔عظیم الشان صحابہ میں میں دیکھتا ہوں کہ کسی نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا کی کسی چیز کے لئے دعا کی درخواست نہیں کی۔خدا کا احسان ہے کہ میں نے بھی حضرت صاحب سے کبھی کوئی ایسی درخواست نہیں کی۔"

(ارشاد نور جلد دوم صفحہ 313)

حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

"انسان اپنے نفس کی خوشحالی کے واسطے دو چیزوں کا محتاج ہے دنیا کی مختصر زندگی اور اس میں آنے والے مصائب، شدائد، ابتلا وغیرہ جو ہیں ان سے وہ امن میں رہے۔اور دوسرے یہ کہ فسق و فجور اور روحانی بیماریاں جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور لے جاتی ہیں، دنیاوی نعمتوں کا غلط استعمال، دنیاوی نعمتوں کا مہلک استعمال جن کے نتیجے میں جسمانی بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں، جن کے نتیجہ میں ذہنی تنزل پیدا ہوتا ہے، جن کے نتیجہ میں اخلاق بھی جل کے راکھ بن جاتے ہیں، جن کے نتیجہ میں وہ روحانی طاقتیں جو اس لیے انسان کو دی گئی تھیں کہ اللہ تعالیٰ زمین سے اٹھا کر اسے آسمانوں پر لے جائے وہ ضائع ہو جاتی ہیں۔"

(انوار القرآن جلد اوّل ص 283)

نیز آپؒ فرماتے ہیں:

اسلام یہ کہتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز کا صحیح استعمال کر اور میرے پاس آ۔اگر چھوڑے گا ناشکرا ہوگا اور خدا کے نزدیک ناشکرا اور کافر ہم معنی لفظ ہیں اور دنیا کو چھوڑے گا نہیں میرے بتائے ہوئے طریقے پر میری نعمتوں کو استعمال نہیں کریگا، میری عطا کردہ قوتوں کو میرے بتائے ہوئے طریق پر خرچ نہیں کرے گا تو جنت سے نکال دوں گا تجھے۔دنیا کو چھوڑنا نہیں، دنیا میں رہ کر خدا کا بننا ہے، خدا کا ہو کر خدا کے لئے دنیوی زندگی گزارنی ہے۔"

(انوار القرآن جلد اوّل ص 284)

پس اللہ تعالیٰ ہمیں دنیاوی چیزوں سے صحیح طور پر استفادہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے والا بنائے کیونکہ

"دنیا کی زندگی ایک دھوکے کے سوا کچھ بھی نہیں۔اللہ کی مغفرت کی طرف دوڑو۔ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ تا کہ تمہیں اپنے رب کی طرف سے مغفرت حاصل ہو اور ایسی جنت ملے جس کی قیمت یا جس کا حجم، دونوں لحاظ سے آسمان اور زمین کے برابر ہو۔"

(خطبات طاہر جلد اوّل صفحہ 216 خطبہ جمعہ 22 اکتوبر 1982)

اے فانی عرفاں! اپنے مولا سے دل لگالے
کر لے رب کو راضی، کچھ نیکیاں کمالے
ساماں تیرا یہی ہے تو صاحب سفر ہے
دنیا کے اے مسافر منزل تیری قبر ہے
طے کر رہا ہے جو تو دو دن کا یہ سفر ہے

بقیہ: دربار خلافت...... از صفحہ 2

کی ہے اور مومنوں کی۔لیکن منافق لوگ جانتے نہیں۔اب اس وحی کے بعد آپؐ سے زیادہ کون جان سکتا تھا کہ عبداللہ بن اُبی ابن سلول جو ہے وہ جھوٹا اور منافق ہے۔بلکہ آپ کی فراست پہلے سے ہی یہ علم رکھتی تھی کہ یہ منافق ہے لیکن آپ نے صرفِ نظر فرمایا۔بلکہ مدینہ داخل ہونے سے پہلے جب عبداللہ بن اُبی کے بیٹے نے جو ایک مخلص مسلمان نوجوان تھا آپ کے سامنے عرض کی کہ یہ بات میں نے سنی ہے۔اور اگر آپ کا ارادہ ہے کہ اس کو قتل کرنا ہے تو مجھے حکم دیں کہ مَیں اپنے باپ کی گردن اڑا دوں۔کیونکہ اگر کسی اور نے اسے قتل کیا یا سزا دی تو پھر کہیں میری زمانہ جاہلیت کی رگ نہ پھڑک اٹھے اور مَیں اُس شخص کو قتل کر دوں جس نے میرے باپ کو قتل کیا ہو۔تو آپؐ نے فرمایا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔کسی قسم کی کوئی سزا دینے کا مَیں ارادہ نہیں رکھتا۔بلکہ فرمایا کہ مَیں تمہارے باپ کے ساتھ نرمی اور احسان کا معاملہ کروں گا۔نہ صرف یہ کہ سزا نہیں دوں گا بلکہ نرمی اور احسان کا معاملہ کروں گا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام غزوۃ بنی المصطلق، طلب ابن عبد اللہ بن ابی ان یتولی قتل ابیہ... صفحہ 672 دارالکتب العلمیۃ بیروت ایڈیشن 2001)

پھر یہی سفر تھا جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غلطی سے پیچھے رہ گئی تھیں۔جب قافلہ نے اپنی جگہ سے کوچ کیا تو بعد میں ایک صحابی نے، جو قافلہ چلے جانے کے بعد میدان کا جائزہ لے رہے تھے کہ کوئی چیز رہ تو نہیں گئی، آپ کو دیکھا۔حضرت عائشہؓ اس وقت سوئی ہوئیں تھیں تو اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا جس سے آپ کی آنکھ کھل گئی۔آپ نے فوراً اپنے اوپر چادر اوڑھ لی۔اُن صحابی نے اپنا اونٹ لا کر پاس بٹھا دیا اور آپ اس اونٹ پر بیٹھ گئیں۔جب یہ لوگ قافلے سے ملے ہیں تو انہی منافقین نے حضرت عائشہؓ کے بارہ میں طرح طرح کی افواہیں پھیلانا شروع کر دیں۔غلط قسم کے الزام (نعوذباللہ) حضرت عائشہؓ پر لگائے گئے۔آپ کو یہ باتیں سن کر بڑی بے چینی تھی۔حضرت عائشہؓ پر الزام لگانا اصل میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی نقصان پہنچانے والی بات تھی یا کوشش تھی۔جب یہ واقعہ ہو گیا اور مدینہ پہنچ گئے تو ایک دن آپؐ نے مسجد میں تشریف لا کر تقریر فرمائی اور فرمایا جس کا ایک پہلا فقرہ یہ تھا کہ مجھے میرے اہل کے بارہ میں بہت دکھ دیا گیا ہے۔لیکن آپؐ نے منافقین کے ان الزامات کو برداشت کیا۔

(بخاری کتاب المغازی باب حدیث افک حدیث نمبر 4141)

اور جنہوں نے یہ الزام لگائے تھے ان کو فوری سزا نہیں دی۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب حضرت عائشہؓ کی بریت کی وحی ہوئی تو تب بھی ان لوگوں کو کوئی سزا نہیں دی جن کے بارہ میں یہ پتہ تھا کہ الزامات لگا رہے ہیں بلکہ عفو سے کام لیا۔بلکہ روایات میں آتا ہے جب عبداللہ بن اُبی فوت ہوا تو اس کے بیٹے نے (جو ایک مخلص مسلمان تھا جیسا کہ مَیں نے کہا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ اپنا کرتہ مجھے عنایت فرمائیں تا کہ اس کرتے میں مَیں اپنے باپ کو دفناؤں، کفناؤں۔آپؐ نے وہ کرتہ عطا فرمایا۔بلکہ آپ کی شفقت اور عفو کا یہ حال تھا کہ آپ اس کے جنازہ کی نماز کے لئے بھی تشریف لائے اور جنازہ پڑھایا۔قبر پر دعا کرائی۔حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ آپ کو ان تمام باتوں کا علم ہے کہ یہ منافق ہے اور منافق کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تو ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کرے اور مغفرت طلب کرے تو ان کی مغفرت نہیں ہوگی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ایک اجازت بھی دی ہوئی ہے۔مَیں کوشش کروں گا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں یعنی کثرت سے کروں گا۔اُس کے لئے اگر مجھے اس سے زیادہ بھی بخشش طلب کرنا پڑی تو کروں گا۔یہ تھا آپ کا اُسوہ جو آپ نے اُن منافقین کے ساتھ بھی روا رکھا۔

(بخاری کتاب الجنائز باب الکفن فی القمیص الذی یکف او لا یکف... حدیث نمبر 1269)

(خطبہ جمعہ 14/ جنوری 2011ء)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ترجمہ و تلخیص: مدثر ظفر

مغربی پگمی پوسم

Western Pygmy Possum

یہ خوبصورت چوہے کی طرح کا نظر آنے والا چھوٹا سا جانور چوہا بالکل بھی نہیں ہے۔ دو خصوصیات انہیں چوہوں سے ممتاز کرتی ہیں۔

اول۔ ”پوسم“ کا تعلق روڈنٹس یعنی چوہوں کی نسل سے نہیں ہے بلکہ یہ ایک ”کیسہ دار“ یعنی Marsupial ہے۔

دوم۔ اکثر لوگ پوسم اور اوپوسم Opossum کو ایک جانور سمجھ بیٹھتے ہیں تاہم یہ مختلف ہیں۔ Opossum کا رنگ قد کاٹھ اس سے مختلف ہوتا ہے۔

مقام و مسکن

ویسٹرن پگمی پوسم جنوبی اور جنوب مغربی آسٹریلیاء کے علاوہ آسٹریلیاء کے جزیرہ کینگرو Kangaroo Island میں ملتا ہے۔

یہ پوسم گھنی جھاڑیوں سے اٹے علاقوں میں رہنا پسند کرتے ہیں۔

جسمانی پیمائش

ننھے پوسم کا سائز 70 سے 100 ملی میٹر تک ہوتا ہے جبکہ اس کا وزن 16 گرام تک بڑھ سکتا ہے۔

خوراک

مغربی پگمی پوسم کی بنیادی خوراک بیج، پھول، پولنز اور پھولوں پر مشتمل ہے۔ یہ کافی نفاست پسند ہوتے ہیں، کیڑے مکوڑے بھی کھا لیتے ہیں لیکن ان کے پر وغیرہ اتار دیتے ہیں۔

عمر

نر پوسم اوسطاً 3 سال جبکہ مادہ پوسم 5 سے 12 سال اوسطاً عمر تک ہوتے ہیں۔

رہن سہن اور بریڈنگ

یہ ننھا پوسم دن کے وقت جھاڑیوں میں پرندوں کے خالی کردہ گھونسلوں یا پھر گھاس پہ آرام کرتا ہے اور رات کے وقت خوراک اور ساتھی کی تلاش میں باہر نکلتا ہے۔

یہ پوسم 12 سے 15 ماہ کی عمر میں بالغ ہوتے ہیں۔ ان کی بریڈنگ کا کوئی مخصوص سیزن نہیں بلکہ یہ سارا سال بریڈ کر سکتے ہیں۔

ہر سیزن مادہ پوسم 6 بچوں کو جنم دیتی ہے جنہیں 25 دن تک دودھ پلا کر پالا جاتا ہے اور 50 دن تک بچے ماں کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔

خطرات

قدرتی ماحول میں سانپ، الو اور لومڑیاں پگمی پوسم کا شکار کرتی ہیں مگر انہیں اصل خطرات انسانی سرگرمیوں کی وجہ سے ان کے قدرتی ماحول کی تباہی کی وجہ سے لاحق ہیں۔ اور اس خوبصورت ننھے پوسم کی آبادی تیزی سے کم ہوتی جا رہی ہے۔

کونوا مع الصادقین

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:۔

”ہزاروں خطوط میرے پاس آتے ہیں جن میں ظاہری بیماریوں کے ہاتھ سے نالاں لوگوں نے جو جو اضطراب ظاہر کیا ہے میں اسے دیکھتا ہوں لیکن مجھے حیرانی ہوتی ہے کہ وہ ظاہری بیماریوں کے لئے تو اس قدر گھبراہٹ ظاہر کرتے ہیں مگر باطنی اور اندرونی بیماریوں کے لئے انہیں کوئی تڑپ نہیں۔ باطنی بیماریاں کیا ہوتی ہیں؟ یہی بدظنی، منصوبہ بازی، تکبر، دوسرے کی تحقیر، غیبت اور اس قسم کی بدذاتیاں اور شرارتیں، شرک، ماموروں کا انکار وغیرہ۔ ان امراض کا وہ کچھ بھی فکر نہیں کرتے اور معالج کی تلاش انہیں نہیں ہوتی۔ میں جب ان بیماریوں کے خطوط پڑھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ کیوں یہ اپنے روحانی امراض کا فکر نہیں کرتے۔“

(خطبات نور جلد 1 خطبہ نمبر 20 صفحہ 231)

18فروری2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	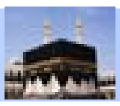	05:32	18:20
مدینہ منورہ	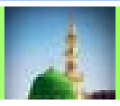	05:35	18:18
قادیان	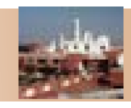	05:46	18:18
ربوہ	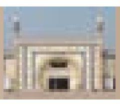	05:26	17:57
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:41	17:25